OPEN ACCESS
AL-EHSAN
ISSN(E) 2788-0458
ISSN(P) 2410-1834
www.alehsan.gcuf.edu.pk
PP: 116-133

اصلاح تصوف میں حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی کوششوں کے اثرات: تجزیاتی مطالعہ

Impacts of Struggles of Hazrat Shah Waliullah and Hazrat Mujaddid-e-Alif Sani in Reforming Sufism: An Analytical Study

Majid Nawaz Malik

Ph.D Scholar, University of Karachi, Karachi

Dr.Hafiz Ghulam Anwar Al-Azhari

Chairman, Department of Islamic Stuides,

Mohayud Din Islami University, Azad Kashmir

Abstract

Sufism is the name of strengthening the relationship between the Creator and the creatures. Through their practical life, the Sufis lit the lamp of love of Islam among the people. Unfortunately, with time, some un-Islamic ideologies and beliefs merged into Sufism, due to which Sufism became the target of criticism. Hazrat Shah Waliullah pointed out the heretical leaders and forbade them to take allegiance. He balanced and moderate thoughts. He was against the ignorant Sufis. He called them ignorant and virtuous sellers and considered them the cause of the decline of the Ummah. Perfection was moderation and balance and he never deviated from the path of moderation. The reformation of Hazrat Mujaddid Alf-Sani is the central role in Sufism. He pursued the ignorant and crude Sufis and exposed their ideologies and thoughts. He taught them to follow Shaykh Kamil and to avoid Shaykh Naqis. He considered the Holy Qur'an and the Sunnah of the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) as the standard and urged them to follow it and not give the status of argument to the revelation

of the Ahl al-Batin. He also strongly condemned the claim of the repeal of Shariah rules after acquiring knowledge and awareness.

Key Words: Hazrat Shah Waliullah, Hazrat Mujaddid Alf-Sani, Reformation of Sufism, Effects.

موضوع تحقیق کا تعارف واہمیت اور پس منظر

تصوف اسلام کی روحانیت کا نام ہے۔ تصوف کوئی مذہب، مسلک یا مکتب فکر کا نام نہیں بلکہ تصوف دراصل خالق اور مخلوق کے درمیان تعلق کو مستحکم کرنے کا نام ہے۔ تصوف بھولی بھٹکی مخلوق خدا کو خالق کے ساتھ جوڑنے کا نام ہے۔ تصوف دنیا میں جی لگانے کی بجائے خالق سے لَو لگانے کا نام ہے۔ صوفیائے کرامؒ نے اپنی عملی زندگی کے ذریعے لوگوں میں دین اسلام کی محبت کا چراغ روشن کیا۔ تصوف کے نور نے امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل، امام غزالی، شیخ عبد القادر جیلانی، داتا گنج بخش شیخ علی ہجویری، شیخ شہاب الدین سہروری، شیخ شرف الدین احمد بن یحیی منیری، شیخ احمد سرہندی، شیخ محی الدین ابن عربی، پیر سید مہر علی شاہ، شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام احمد رضاضان، پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی اور سید جلال الدین شاہ مشہدی رحمہم اللہ جیسے علمائے کرامؒ کی زندگی کو دین حق سے منور کیا۔ تصوف کی بدولت ہی ان حضرات کے علمی کارنامے پوری دنیا میں قابل قدر ہوئے۔ تصوف نے ہی علامہ محمد اقبالؒ کی شاعری اور مولانا رومیؒ کی مثنوی کو دوام بخشا جو دیگر مفکرین اور شعراء کا مقدر نہ ہو سکا۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تصوف میں کچھ غیر اسلامی نظریات وعقائد کی آمیزش ہوگئی، جس کی وجہ سے تصوف ہدف تنقید بن گیا۔ ہر دور میں صوفیائے کرامؒ اور علمائے ربانیینؒ نے تصوف کی اصلاح کر کے تصوف اور صوفی ازم کے شرف کو مخدوش ہونے سے بچایا۔ ان علمائے کرامؒ میں دو بڑے نام شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ ہیں۔ ذیل میں ان دو حضرات کی اصلاح تصوف میں کوششوں اور ان کے اثرات کا جائزہ لیا جائے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ اور اصلاح تصوف

حضرت شاہ ولی اللہؒ مجدد دین ہیں۔ آپؒ کی اصلاح و تجدید کا دائرہ کافی وسیع ہے۔ آپؒ نے اسلامی تصوف اور غیر اسلامی تصوف کے مابین فرق واضح کیا ہے۔ یہ تجدیدی نوعیت کا کام ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ جیسا مجتہد عالم دین اور فقیہ امت ہی سرانجام دے سکتا تھا جو دل کے صوفی اور دماغ کے فقیہ اور مجتہد تھے۔ آپؒ نے تصوف کی مختلف جہات پر اصلاح فرمائی ہے۔

بدعتی مشائخ کی اصلاح

آپؒ نے بدعتی مشائخ کی نشاندہی کی اور مسلمانوں کو ان کی بیعت کرنے سے منع کیا چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

"دست در دست مشائخ ایں زمان کہ بانواع بدعت مبتلا ہستند ہر گز نباید دادوہ بیعت ایشاں نباید کر دوبہ کرامات ایشاں ءمغرور نباید بود کرامات فروشاں ایں زمانہ ہمہ الاماشاءاللہ طلسمات و نیر نجات را کرامات دانستہ اند "(۱)

ترجمہ: اس زمانہ کے مشائخ کے ہاتھ جو قسم قسم کی بدعتوں میں مبتلا ہیں، اپنا ہاتھ ہر گز نہیں دینا چاہیے اور انکی بیعت نہیں کرنی چاہیے اور نہ ان کی کرامات سے دھوکہ کھانا چاہیے۔ اس زمانہ کے کرامات فروش، باستثناء چند طلسمات اور نیر نجات ہی کو کرامت سمجھ بیٹھے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ ایسے بدعتی صوفیوں کو چوروں اور ڈاکوؤں سے تشبیہ دیتے ہیں چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

"اما الجهال والجاهدون للتصوف فاؤلئک قطاع الطريق ولصوص الدين "(۲)

ایسے جاہل صوفی اور منکرین تصوف دین کے چور اور ڈاکو ہیں۔

اپنے عہد کے سجادہ نشینوں کو نصیحت

حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے عہد کے سجادہ نشینوں، خانقاہ نشینوں اور پیر زادوں کی اصلاح فرمائی چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

"دین میں خشکی اور سختی کی راہ اختیار کرنے والوں سے میں پوچھتا ہوں اور واعظوں، عابدوں اور گنج نشینوں سے سوال ہے، جو خانقاہوں میں بیٹھے ہیں،۔۔۔ کہ یہ جبر اپنے اوپر عائد کرنے والو! تمہارا یہ حال ہے کہ ہر بری بھلی بات، ہر رطب و یابس پر تمہارا ایمان ہے، لوگوں کو تم جعلی اور گھڑی ہوئی حدیثوں کا وعظ سناتے ہو، اللہ کی مخلوق پر تم نے زندگی تنگ کر چھوڑی ہے، حالانکہ تم تو (اے امت محمدیہ) اس لیے پیدا ہوئے تھے کہ لوگوں کو آسانیاں بہم پہنچاؤ گئے، نہ کہ دشواریوں میں مبتلا کر دو گئے، تم ایسے لوگوں کی باتیں دلیل میں پیش کرتے ہو جو بیچارے مغلوب الحال تھے اور محبت الٰہی میں عقل و حواس بھی کھو بیٹھے تھے، حالانکہ اہل عشق کی باتیں وہیں کی وہیں لپیٹ کر رکھ دی جاتی ہیں نہ کہ ان کا چرچا کیا جاتا ہے۔۔۔ تم نے

وسواس کو اپنے لیے گوارا کر لیا ہے، اور اس کا نام احتیاط رکھ چھوڑا ہے ----حالانکہ تمہیں صرف یہ چاہیے تھا کہ اعتقاداً و عملاً احسان کے مقام کے لیے جن امور کی ضرورت ہے، بس اس کو سیکھ لیتے، لیکن جو صوفیاء اپنے اپنے خاص حال میں مغلوب تھے، خواہ مخواہ ان کی باتوں کو احسان خالص امور میں گڈ مڈ کرنے کی حاجت نہ تھی، اور نہ ہی ارباب کشف کی چیزوں کو ان میں مخلوط کرنے کی ضرورت تھی۔ چاہیے کہ مقام احسان کی طرف بلاؤ، پہلے اسے خود سیکھ لو پھر دوسروں کو دعوت دو، کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ سب سے بڑی رحمت اور سب سے بڑا کرم اللہ کا وہ ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے پہنچایا ہے، وہی صرف ہدایت ہے جو آپ کی ہدایت ہے، پھر تم کیا بتا سکتے ہو کہ جن افعال کو تم کرتے ہو، وہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کیا کرتے تھے "(۳)

حضرت شاہ صاحبؒ بڑی متوازن فکر و نظر اور معتدل سوچ کے بزرگ تھے، آپؒ اگرچہ جاہل صوفیوں کے خلاف تھے، جنہیں جہال اور کرامت فروش کے القاب سے ملقب کرتے ہیں اور انہیں زوال امت کے اسباب میں شمار کرتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کے فکر و نظر میں کمال اعتدال و توازن تھا اور آپؒ کا قدم جادہ اعتدال سے کبھی نہیں ہٹا۔ آپ تفہیمات الٰہیہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ونحن لا نزدری أحدا من العلماء فالکل طالبو الحق ،ولا نعتقد العصمۃ فی أحد غیر النبی ،والمیزان فی معرفۃ الخیر والشر، الکتاب علی تاویلہ الصریح ومعروف السنۃ لا أجتهاد العلماء ولا أقوال الصوفیۃ ،و لیس منا من لم یتدبر کتاب الله ولم یتفهم حدیث نبیہ ﷺ ولیس منا من ترک ملازمۃ العلماء أعنی الصوفیۃ الذین لهم حظ من الکتاب والسنۃ أو الراسخین فی العلم الذین لهم حظ من الصوفیۃ ----أما الجهال من الصوفیاء والجاهدون للتصوف فأولئک قطاع الطرق ولصوص الدین فأیاک وایاهم "(۴)

ترجمہ: ہم کسی عالم کے مخالف نہیں ہیں، حق کے طالب ہیں، البتہ ہم انبیاء کے سوا کسی کو معصوم نہیں سمجھتے ہیں اور خیر و شر سے آگہی کا معیار صرف واضح تاویل کی روشنی میں اللہ کی کتاب اور سنت مشہور ہے، نہ کہ علماء کے اجتہاد اور صوفیاء کے اقوال۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے کتاب اللہ میں غور نہیں کیا اور نبی کریم ﷺ کی حدیث میں فہم و بصیرت حاصل نہیں۔ وہ ہم میں سے نہیں، جس نے ایسے علماء یعنی صوفیاء کی صحبت و رفاقت ترک کر دی ہو جنہیں کتاب و سنت میں معرفت حاصل ہے۔ وہ میں سے نہیں ہے، جو ایسے علماء راسخین سے کنارہ کش ہو گیا جو تصوف سے آگاہ ہیں، باقی رہے جاہل صوفیاء اور منکرین تصوف تو یہ دونوں ایمان

کے لٹیرے اور دین کے چور ہیں، ان سے بچ کے رہو۔

اثرات

حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تصوف کے میدان پیرزادوں، خانقاہ نشینوں اور جاہل صوفیوں کی اصلاح فرمائی۔ آپؒ نے انہیں اسلامی تصوف میں غیر شرعی امور خلط ملط کرنے پر تنبیہ کی۔ آپؒ نے جاہل صوفیاء اور منکرین تصوف کو ایمان کا لٹیرا اور دین کا چور قرار دیا ہے۔ آپؒ نے ارباب کشف کے کشف اور مقام سکر پر ظاہر ہونے والے اقوال وافعال کو دلیل بنانے سے منع کیا ہے۔ آپ کی انہیں مجددانہ کاشوں کی بدولت اس وقت کے بہت سارے پیرزادوں اور گدی نشینوں کی اصلاح ہوئی۔ جس کی بدولت معاشرے سے غیر شرعی اور غیر اسلامی رسوم ورواج کا خاتمہ ہوا۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ اور اصلاح تصوف

حضرت مجدد الف ثانیؒ مجدد دین تھے اور آپؒ نے ہر قسم کی مشکلات کا سامنا کیا اور دین اکبری کا قلع قمع کر کے اسلام کے حقیقی روپ کو روشناس کرایا۔ مختلف شعبہ حیات سے تعلق رکھنے والے افراد کی اصلاح کی۔ ذیل میں تصوف کی اصلاح میں آپ کی تجدیدی خدمات کا جائزہ لیا جائے گا۔

ظاہر وباطن کے بارے میں خیال فاسد کا رد

بعض نام نہاد صوفیاء یہ خیال کرتے ہیں کہ شریعت اور حقیقت وطریقت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ شریعت اور چیز ہے اور حقیقت وطریقت اور چیز۔ دراصل اس فکر اور سوچ کے حامل لوگ اپنے آپ کو شریعت مطہرہ کے وضع کردہ اصولوں اور قوانین سے بری الذمہ کرنا چاہتے اور شریعت مطہرہ کے جانب سے وضع کردہ احکام وافعال سے آزاد ہونا چاہتے ہیں چنانچہ امام ربانیؒ اس باطل فکر کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "شریعت ظاہری اعمال کا نام ہے اور یہ معاملہ اس جہان میں باطن سے تعلق رکھتا ہے، ظاہر ہمیشہ شریعت کے ساتھ مکلف ہے اور باطن اس معاملے میں گرفتار ہے چونکہ یہ جہاں دارِ عمل ہے، باطن کو ظاہری اعمال سے بڑی مدد ملتی ہے اور باطن کی ترقیات شریعت کے بجالانے پر جو ظاہر سے تعلق رکھتی ہیں منحصر اور موقوف ہیں پس اس جہان میں ہر وقت ظاہر وباطن کے لیے شریعت کا ہونا ضروری ہے، ظاہر کا کام شریعت پر عمل کرنا ہے اور اس کے نتائج وثمرات باطن کے نصیب ہیں۔ "(۵)

شریعت و طریقت جدا نہیں

بعض نام نہاد صوفیاء طریقت کو شریعت سے جدا سمجھتے ہیں حالانکہ شریعت اسلام کا ظاہر اور طریقت اسلام کا باطن ہے۔ یہ دوسرے سے جدا نہیں۔ اس نظریہ کی اصلاح کرتے ہوئے ایک مکتوب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ظاہر کو ظاہر شریعت کے ساتھ اور باطن کو باطن شریعت کے ساتھ جو حقیقت سے عبارت ہے، آراستہ اور مزین رکھیں۔ کیونکہ حقیقت و طریقت حقیقتِ شریعت اور اس حقیقت کے راستے سے عبارت ہیں۔ یہ بات نہیں کہ شریعت اور چیز ہے اور طریقت و حقیقت امر دیگر ہے، کیونکہ یہ تو الحاد اور زندقہ ہے۔"(۶)

شریعت، حقیقت کا پوست نہیں

اسی طرح بعض مشائخ کی عبارات میں شریعت کو حقیقت کا پوست اور حقیقت کو شریعت کا مغز قرار دیا گیا تھا جس سے بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ شریعت کم درجہ ہے اور اصل حقیقت ہے۔ تو اس فکر کی اصلاح کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بعض مشائخ کی عبارات میں یوں واقع ہوا ہے کہ شریعت حقیقت کا پوست اور چھلکا ہے۔ اور حقیقت شریعت کا مغز ہے۔ یہ عبارت اگرچہ متکلم کی بے استقامتی کی خبر دیتی ہے۔ لیکن ممکن ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ مجمل مفصل کے سامنے پوست کی حیثیت رکھتا ہے اور کشف کے سامنے استدلال چھلکے کا حکم رکھتا ہے۔ لیکن مستقیم الاحوال اکابر اس قسم کی موہم عبارات کا لانا جائز نہیں رکھتے۔ اور اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال کے سوا کچھ فرق بیان نہیں کرتے۔"(۷)

رہبانیت کے بارے میں اصلاح

بعض صوفیاء کا یہ خیال ہے کہ سلوک کی منازل کو طے کرتے ہوئے "ترک دنیا" بہت ضروری ہے، جبکہ اسلام ایک معتدل دین ہے جس میں میانہ روی اور اعتدال پر زور دیا گیا ہے اور حدیث شریف میں "لا رھبانیۃ فی الاسلام" کے ذریعے "ترک دنیا" کے اس مفروضہ کو رد کر دیا گیا ہے اور اسلام میں فرائض و احکام کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ کسب حلال پر بھی زور دیا گیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس فکر کا رد کرتے تحریر فرماتے ہیں:

"آدمی کو جس طرح حق تعالیٰ کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں ویسے ہی خلق کے

حقوق ادا کرنے اور اس کے ساتھ غمخواری کرنے سے بھی چارہ نہیں "التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علی خلق اللہ "اللہ تعالی کے امر کی تعظیم اور خلق خدا پر شفقت کرنا انہی دو حقوق کے ادا کرنے کا بیان فرماتا ہے اور طرف کو مد نظر رکھنے کی ہدایت فرماتا ہے پس ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پر اقتصار کرنا سراسر قصور ہے اور کل کو چھوڑ کر جزو پر کفالت کرنا کمالیت سے دور ہے پس خلق کے حقوق کو ادا کرنا اور ان کی ایذاء کو برداشت کرنا ضروری ہے "(۸)

کرامت، ولایت کا معیار نہیں ہے

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ولی کے لیے "کرامت" شرط ہے اور جو اللہ کا ولی ہو گا اس میں "کرامت" کا پایا جانا لازمی ہے۔ جس شخص سے کرامت کا ظہور نہ ہو، وہ اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا۔ اس باطل فکر کا رد کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولایت کی شرط نہیں، جس طرح علماء خوارق کے حاصل کرنے کے لیے مکلف نہیں اسی طرح اولیاء بھی خوارق کے ظہور پر مکلف نہیں کیونکہ ولایت سے مراد قرب الٰہی ہے جو ماسواء کے نسیان کے بعد اللہ تعالی اپنے بندوں کو عطاء فرماتا ہے بعض کو یہ قرب عطاء فرماتا ہے لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع نہیں دیتا، بعض کو یہ قرب بھی دیتے ہیں ، غائبانہ حالات پر اطلاع بھی بخشتے ہیں اور بعض کو قرب کچھ نہیں دیتے لیکن غائبانہ حالات پر اطلاع دے دیتے ہیں ، یہ تیسری قسم کے لوگ اہل استدراج ہیں نفس کی صفائی نے ان کو غائبانہ کشف میں مبتلاء کر کے گمراہی میں ڈالا ہے۔"(۹)

ایک مکتوب میں آپ لکھتے ہیں:

"نامشروع طریقے پر جو احوال و کیفیات مترتب ہوں وہ فقیر کے نزدیک استدارج کے قبیل سے ہیں کیونکہ اہل استدارج کو بھی احوال و کیفیات ہاتھ آتے ہیں ۔۔۔ حکمائے یونان اور ہندوستان کے جوگی سادھو اس معاملے میں شریک ہیں، احوال و کیفیات کی سچائی اور مقبولیت کی علامت مشتبہ امور سے مکمل پرہیز کے ساتھ ساتھ علوم شرعیہ سے ان احوال کی موافقت اور مطابقت ہے۔"(۱۰)

ایک اور مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

"اے فرزند! جو بات کل قیامت کے دن کام آئے گی وہ صاحب شریعت علیہ الصلوۃ والسلام کی متابعت ہے، احوال علوم و معارف اور اشارات و رموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو

بہتر اور زہے قسمت، ورنہ سوائے خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں"(۱۱)

حالت سُکر کا کلام معتبر نہیں

صوفیہ کرام منازل سلوک میں مختلف منازل سے گزرتے ہیں اُن میں سے ایک منزل ایسی ہے جس میں صوفی پر سُکر کا غلبہ ہوتا ہے اور ایسی صورت میں اس کی زبان سے ایسے الفاظ صادر ہوتے ہیں جو شریعت کے خلاف ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ولی اللہ کے لیے سب سے بڑی بات اتباع سنت رسول اللہ ﷺ ہے ہر وہ بات جو سنت رسول کے مطابق ہو اُس پر عمل کیا جائے گا اور وہ قابل عمل ہو گی اور ایسے الفاظ جو شریعت مطہرہ کے خلاف ہوں وہ قابل عمل نہیں ہیں بلکہ اُن کا ترک لازم ہے۔ چنانچہ آپؒ تحریر فرماتے ہیں:

"اگر صوفیہ کا کلام احکام شرعی کے مطابق نہیں ہے تو اس کا ہرگز اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی حجت اور تقلید کے لائق ہے کیونکہ حجت اور تقلید کے لائق علمائے اہل سنت و جماعت کے اقوال ہیں پس صوفیہ کا کلام جو ان علماء کے اقوال کے موافق ہے وہ مقبول ہے اور جو مخالف ہے وہ مردود ہے، مستقیم الاحوال صوفیہ ،احوال واقوال ،اعمال اور علوم و معارف میں ہرگز شریعت سے تجاوز نہیں کرتے اگر کسی کا حال سکر کے وقت شریعت کے مخالف ہو تو معذور ہے اور اس کا کشف غیر صحیح ہے اور اس کی تقلید ناجائز اور نادرست ہے اس کی تاویل کرنی چاہیے۔"(۱۲)

پیر کے لیے شرائط

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ پیر بنانے سے پہلے دیکھنا چاہیے کہ وہ شریعت مطہرہ کے احکام کو کس قدر لازم پکڑنے والا ہے وہ شخص جس قدر شریعت مطہرہ کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے والا ہوتا ہے اسی قدر اُسے قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے اور ایسا شخص کے ہاتھ پر ہی بیعت کرنی چاہیے۔ اور اللہ تعالی کے قرب کے حصول کا سب سے بہترین طریقہ ہے کہ بندہ اللہ تعالی کے بتائے ہوئے احکام پر عمل پیرا ہو اور سنت رسول ﷺ کی اتباع کرے۔ اور وہ ریاضتیں اور مجاہدات جو شریعت مطہرہ میں متصور نہیں ہیں یا قرآن و سنت کی تعلیمات کے خلاف ہوں انہیں وہ نہ تو قابل تقلید ہیں اور نہ اُن پر عمل پیرا ہو کر قرب الٰہی حاصل کیا جا سکتا ہے بلکہ انسان مزید گمراہی اور ضلالت کی دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے لہٰذا ایسے پیر کا انتخاب کرنا چاہیے کہ جس کے اقوال وافعال دین اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہوں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہ کی طرف راہنمائی کرے یہ بات تعلیم طریقت

میں زیادہ ملحوظ اور واضح تر ہے کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاذ بھی ہے اور طریقت کا راہنماء بھی برخلاف پیر خرقہ کے، پس پیر کو تعلیم کے آداب کی زیادہ رعایت کرنی چاہیے۔ پیر بننے اور پیر کہلانے کا زیادہ مستحق یہی طریقہ ہے اور اس طریق میں نفس امارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مجاہدے احکام شرعیہ کے بجالانے اور سنت عالیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑنے میں ہے کیونکہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے مقصود نفس امارہ کی خواہشات کو دور کرنا ہے جو کہ اپنے مولی عزوجل کی دشمنی کے قائم ہوا ہے پس نفسانی خواہشات کو دور کرنا احکام شرعیہ کے بجالانے سے وابستہ ہے، جس قدر شریعت میں راسخ اور ثابت قدم ہو گا اسی قدر خواہشات نفسانی سے دور ہو گا پس نفس امارہ پر شریعت کے اوامر ونواہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں اور صاحب شریعت کی پیروی کے سواء کسی چیز میں اس کی خرابی متصور نہیں ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدات جو سنت کی تقلید کے علاوہ اختیار کیے جائیں معتبر نہیں کیونکہ جوگی، ہندو، برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سواء اور کچھ زیادہ نہیں کرتیں اور خسارے کے سواء اور کچھ راہنمائی نہیں کرتیں۔"(۱۳)

مروجہ سماع کے بارے میں اصلاح

سماع ایک عمل ہے جس کو بعض صوفیہ روح کی غذا قرار دیتے ہیں جبکہ بعض صوفیہ اس سے منع کرتے ہیں جو صوفیہ کرام اس کے جواز کے قائل ہیں وہ اس کے لیے کچھ شرائط مقرر کرتے ہیں، چنانچہ سلطان المشائخ حضور نظام الدین محبوب الٰہی فرماتے ہیں:

"چند چیزیں ہوں تو سماع مباح ہو گا (۱) مسمع یعنی سنانے والا بالغ مرد ہو، بچہ اور عورت نہ ہو (۲) مستمع یعنی سننے والا جو کچھ سنے وہ یاد حق پر مبنی ہو (۳) مسموع (یعنی جو کچھ سُنا گیا) جو کچھ وہ کہیں وہ بے ہودگی اور مذاق ولغو سے پاک ہو (۴) اسباب سماع: گانے بجانے کے آلات سارنگی، رباب وغیرہ، چاہیے کہ وہ مجلس کے درمیان نہ ہوں۔ اگر یہ تمام شرائط پائی جائیں تو سماع (قوالی) حلال اور جائز ہے۔"(۱۴)

لیکن عصر حاضر کا اگر مشاہدہ کیا جائے تو یہ شرائط اب نہیں پائیں جاتیں۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس دور کی سماع (قوالی) کے سخت خلاف ہیں اور اس سے سختی سے منع کرتے ہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

"جو رقص و سرود آج کل متعارف ہے اور جو مجلس واجتماع آج کل مشہور و معروف ہے ان کے مضر محض اور منافی شرع ہونے میں کچھ شک نہیں، عروج وہاں بے معنی ہے، سماع سے مدد واستعانت مفقود ہے اور اس کی مضرت ونقصان موجود ہے "(۱۵)

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنے صاحبزادگان کے نام لکھے گئے مکتوب میں فرماتے ہیں:

"سماع ورقص در حقیقت لہو ولعب میں داخل ہے۔ آیۃ کریمہ (ومن الناس من یشتری لھو الحدیث) سرود کے منع ہونے کے لیے نازل ہوئی ہے، مجاہد نے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد ہیں اسے سرود ہی کے لیے قرار دیا ہے نیز ابن عباس اور ابن مسعود نے بھی یہی تصریح کی ہے، آیات واحادیث وفقہی روایات غناء اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے، اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے پر دلیل کے طور پر پیش کرے تو یہ امر قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی عہد میں سرود کے مباح ہونے کا فتویٰ نہیں دیا اور نہ رقص و پاکوبی کو جائز قرار دیا ہے اور صوفیہ کو عمل حل وحرمت میں سند نہیں صرف یہی کافی ہے کہ ہم انہیں معذور سمجھیں اور انہیں ملامت نہ کریں، یہاں تو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے نہ کہ ابو بکر شبلی، ابی حسن نوری کا عمل، اس زمانے کے خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ کر کے سرور ورقص کو اپنا دین بنالیا ہے اللہ کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلاء نہیں ہوئے اور ہم تابعداروں کو ایسے امور کی تقلید سے چھڑا دیا ہے۔"(۱۶)

مزید فرماتے ہیں:

"اور طرق صوفیہ میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگوں نے سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو اور احوال کچھ بھی نہ ہوں تو خوش ہیں اور اگر احوال کے بامتابعت میں فتور جانیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے، اس لیے ان بزرگوں نے سماع ورقص کو جائز نہیں رکھا اور ان احوال کو جو ان پر مرتب ہوں کچھ اعتبار نہیں کرتے بلکہ ذکر جہر سے بھی اُسے بدعت سمجھ کر منع کیا ہے اور جو فوائد وثمرات اس پر مرتب ہوتے ہیں ان کی طرف کوئی توجہ نہیں دی ہے۔"(۱۷)

مکاشفات ظاہر شریعت کے مطابق ہونے چاہیے

صوفیائے کرام کو مکاشفات کا ظہور ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے مگر بعض صوفیہ سے خلاف شریعت مکاشفات کا ظہور ہوتا ہے جو قابل عمل اور سند کی حیثیت نہیں رکھتے چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"تمام مکاشفات ظاہر شریعت کے مطابق ہو چکے ہیں۔ بال برابر بھی ظاہر شریعت سے مخالف نہیں رکھتے۔ بعض صوفیہ جو خلاف ظاہر شریعت مکاشفے بیان کرتے ہیں، یہ بات یا تو سہو وفراموشی کے باعث ہے یا سُکر کی بناء پر۔ ورنہ باطن ظاہر کے ہرگز مخالف نہیں۔ راستے کے دوران مخالفت محسوس ہوتی ہے، اور جمع اور توجیہہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ حقیقتاً انتہاء کو پانے والا باطن کو ظاہر شریعت کے مطابق پاتا ہے۔"(۱۸)

سجدہ کے حوالے سے اصلاح

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے عہد میں بعض مرید اپنے پیر کو سجد کرتے تھے جب آپ کو اس بارے میں معتمد لوگوں سے خبر پہنچی تو آپؒ نے اس پیر کو خط لکھا کہ آپ کے بعض خلفا کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں۔ آپ نے اس فعل کی شناعت کو بیان کرتے ہوئے اس فعل سے منع کرنے کی ہدایت کی اور اس کے نقصانات کو بھی بیان فرمایا، چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

"نیز بعض معتمد لوگوں نے نقل کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفاء کے مرید خلفاء کو سجدہ کرتے ہیں اور زمین بوسی پر کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی بُرائی اظہر من الشمس ہے۔ انہیں اس سے سختی سے منع کیجیے اس قسم کے افعال سے سب کو پرہیز کرنا چاہیے اور ان لوگوں کو تو خاص کر جو مخلوق کی پیشوائی کے لیے نمایاں ہو چکے ہیں۔ ایسے افعال سے ان لوگوں کے لیے اجتناب کرنا اشد ضروری ہے، کیونکہ پیروکار لوگ ان کے افعال کی اقتداء کریں گے اور فتنے میں مبتلاء ہوں گے۔"(۱۹)

حصول معرفت کے بعد احکام شرعیہ ساقط نہیں ہوتے

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جب قرب الٰہی اور معرفت خداوندی نصیب ہو جائے تو بندہ شریعت کے احکام کا پابند نہیں رہتا اور انہیں شرعی کی بجا آوری ان کے لیے ضروری نہیں۔ آپ نے ان خام صوفیاء کی بھی اصلاح فرمائی۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

"اکثر کچے متصوفہ اور بے سروسامان مُلحد اس امر کے درپے ہیں کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی اطاعت سے نکال لیں۔ اور احکام شرعیہ کو عوام کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں۔ یہ لوگ خیال

رکھتے ہیں کہ خواص صرف معرفت ہی کے ساتھ مکلف ہیں جیسے کہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور بادشاہوں کو عدل وانصاف کے سوااور کسی چیز کے ساتھ مکلف نہیں جانتے اور کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام بجالانے سے مقصود یہ ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے اور جب معرفت حاصل ہو جائے تو پھر شرعی تکلیفات(احکام)ساقط ہو جاتی ہیں۔۔۔عارفوں کو عبادت کی اس قدر حاجت ہے کہ اس کا دسواں حصہ بھی مبتدیوں کو حاصل نہیں ہے۔کیونکہ ان کے عروج عبادات پر ہی وابستہ ہیں اور ان کی ترقیاں شرائع اور احکام کے بجالانے پر منحصر ہیں ۔عبادات کے ثمرے اور فائدے جن کی امید عوام کو کل قیامت کے دن ہے،عارفوں کو وہ ثمرات آج ہی حاصل ہیں۔پس یہ عبادت کے زیادہ مستحق ہیں۔اور ان کو شریعت کی بہت زیادہ حاجت ہے۔"[۲۰]

اہل باطن کے کشف سے فرض وسنت کا اثبات نہیں ہوتا

شرعی احکام کا ثبوت ادلہ اربعہ (کتاب،سنت،اجماع اور قیاس) سے ہوتا ہے۔باقی صوفیاء کے کشف والہام سے شرعی احکام کا ثبوت نہیں ہوتا۔آپؒ نے اس حوالے سے بھی اصلاح فرمائی چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

"احکام شریعت کے اثبات میں اصل چیز کتاب وسنت ہے۔اور مجتہدین کا قیاس اور امت کا اجماع بھی احکام کا مثبت ہے۔ان چار شرعی دلائل کے سوا کوئی دلیل بھی احکام شرعیہ کی مثبت نہیں ہو سکتی۔الہام حلت وحرمت کا مثبت نہیں اور اہل باطن کا کشف فرض وسنت کا اثبات نہیں کر سکتا۔ولایتِ خاصہ کے مالک اور عام مؤمن مجتہدین کی تقلید میں برابر ہیں۔کشف والہام سے انہیں کوئی فضیلت نہیں مل سکتی اور وہ تقلید کی زنجیر سے باہر نہیں نکل سکتے۔ ذوالنون مصری،بایزید بسطامی،جنید بغدادی،اور شبلی رحمۃ اللہ علیہم احکام اجتہادیہ میں مجتہدین کی تقلید کرنے میں زید،عمرو،بکر اور خالد کے ساتھ جو کہ عام مؤمنین سے ہیں برابر ہیں۔ہاں ان بزرگوں کی فضیلت اور امور میں ہے۔"[۲۱]

اور ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:

"علوم لدنیہ کی درستی وصحت کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعیہ کے ساتھ صریح مطابقت وموافقت رکھتے ہوں۔اس سے اگر بال برابر بھی تجاوز ہے تو وہ سکر کی وجہ سے ہے اور حق وہی ہے جو علمائے اہلسنت وجماعت نے کہا ہے۔اس کے ماسوا یا زندقہ اور الحاد ہے اور یا سکر

وقت اور غلبہ حال ہے۔۔"(۲۲)

سنت سے ہٹ کر ریاضتیں کرنے کے حوالے سے اصلاح

غیر شرعی ریاضات ومجاہدات سے جو مکاشفات وتجلیات حاصل ہوتے ہیں وہ انعام الٰہی نہیں بلکہ وہ استدراجات ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر فرماتے ہیں:

"احوال ومواجید جو غیر شرع اسباب پر مترتب ہوں فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں کیونکہ استدراج والوں کو بھی احوال واذواق حاصل ہوتے ہیں اور جہان کی صورتوں کے آئینوں میں کشف اور مکاشفہ ومعائنہ ان کو ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس امر میں حکمائے یونان اور ہند کے جوگی اور برہمن سب برابر ہیں۔ احوال کے سچا اور صادق ہونے کی علامت علوم شرعیہ کے ساتھ ان کے موافق ہونا اور محرمہ اور مشتبہ امور کے ارتکاب سے بچنا ہے۔"(۲۳)

شیخ ناقص کی طرف طلب ورجوع کے حوالے سے اصلاح

شیخ کامل ہی حقیقی مرشد اور رہنما ہے۔ شیخ ناقص جسے شرعی احکام سے واقفیت نہ ہو اور سلوک کی منازل طے نہ کی ہوں۔ آپ نے ایسے شیخ ناقص کی صحبت کو طالب کے لیے زہر قاتل قرار دیا ہے چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"سستی اور خرابی کا قوی ترین سبب شیخ ناقص کی طرف طلب ورجوع ہے جس نے ابھی سلوک وجذبہ کا کام مکمل نہیں کیا اور اپنے آپ کو مسند شیخی کی طرف کھینچ لایا ہے۔ طالب کے لیے اس کی صحبت زہر قاتل ہے اور اس کی طرف رجوع مہلک مرض ہے۔ طالب کی بلند استعداد کو اس طرح کی صحبت پستی کی طرف لے آتی ہے اور بلندی سے نیچے گرا دیتی ہے۔ مثلاً وہ مریض جو طبیب ناقص سے علاج کرائے وہ درحقیقت اپنے مرض میں زیادتی کی کوشش کر رہا ہے اور اپنی ازالہ مرض کی قابلیت واستعداد کو ضائع کر رہا ہے۔ اگرچہ اس کی دوا ابتدائے مرض میں قدرے تخفیف پیدا کرتی ہے مگر فی الحقیقت وعین نقصان اور ضرر ہے۔ بالفرض یہ مریض اگر طبیب حاذق تک پہنچ جائے تو طبیب حاذق پہلے طبیب ناقص کی دوا کے اثرات زائل کرنے کی فکر کرے گا اور مسہلات کے ساتھ اس کا علاج کرے گا، اس کے اثرات کے ازالے کے بعد مرض کے دور کرنے کی طرف توجہ کرے گا۔"(۲۴)

ریاضتیں اور مجاہدے شریعت کے تابع ہونے چاہیے

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے صوفی کے لیے عقائد کی درستگی، شرعی احکام کی بجا آوری اور تزکیہ نفس کو ضروری قرار دیا ہے۔ اگر کوئی شخص مشکل ترین مجاہدات اور ریاضات سے اپنے آپ کو گزارے مگر مذکورہ بالا تین چیزوں کا لحاظ نہ رکھے تو آپ نے ایسے صوفیاء کے مجاہدات کو معصیت اور نافرمانی کے ساتھ تعبیر کیا ہے چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

"ہر وہ عمل جو ان تین ارکان 25 کے خلاف ہے، اگرچہ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ کی جنس سے ہو، معصیت، نافرمانی اور حق تعالی کی ناشکری میں داخل ہے۔ ہندو برہمنوں اور فلاسفہ یونان نے کیا کم ریاضتیں اور مجاہدے کیے ہیں؟ لیکن چونکہ ان کی ریاضتیں انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتوں کے مطابق واقع نہیں ہوئیں، اس لیے سب مردود ہیں اور یہ لوگ نجات اُخروی سے محروم ہیں۔"[۲۶]

طریقت و حقیقت، شریعت کی تکمیل کرنے والے ہیں

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے طریقت کو شریعت کی تکمیل کرنے والا قرار دیا ہے اور جو امور شریعت کے مخالف ہیں انہیں غبار کی مثل قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپؒ لکھتے ہیں:

"اور یاد رکھو کہ باطن ظاہر کو تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ ظاہر و باطن آپس میں بال برابر بھی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے اور دل سے جھوٹ کا خیال دور رکھنا طریقت اور حقیقت ہے۔ اگر دل سے یہ نفی تکلف اور مشقت سے ہے تو طریقت ہے۔ اور اگر بے تکلف میسر ہے تو حقیقت ہے۔ تو فی الحقیقت باطن جسے طریقت اور حقیقت سے تعبیر کرتے ہیں، ظاہر ہی کو جو شریعت ہے تمام و کمال تک پہنچانے والا ہے۔ تو طریقت و حقیقت کے راستوں پر چلنے والوں کو اگر دورانِ راہ ایسے امور پیش آئیں اور سامنے لائیں جائیں جو بظاہر شریعت کے مخالف ہوں تو وہ امور سُکر وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہیں۔ اگر اس مقام سے گزر کر آگے لے جائیں، اور صحو و ہوش میں آئیں تو مخالفت بالکلیہ زائل ہو جاتی ہے اور وہ مخالفِ شریعت علوم غبار کی طرح اُڑ جاتے ہیں۔"[۲۷]

اثرات

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے بھی صوفیائے کرام کی اصلاح فرمائی اور خام صوفیا جو صوفی ازم کے نام پر شریعت کی دھجیاں اُڑا رہے تھے آپ نے ان کی نشاندہی کر کے ان کی اصلاح بھی فرمائی۔ آپؒ نے شیخ ناقص کی بجائے شیخ کامل کی ارادت میں آنے کا درس دیا ہے۔ آپؒ نے وہ تمام امور جو سنت نبوی سے

ہٹ کر ہیں ان کی مذمت بیان فرمائی اور سنت نبوی کی پیروی کرنے کا سبق دیا۔ آپؒ نے کتاب وسنت کو معیار قرار دیا ہے اور اہل باطن کے کشف سے اثبات فرض کی نفی کی۔ آپؒ نے شریعت اور طریقت کو لازم وملزوم قرار دیا۔ آپؒ کی ان مجددانہ کاشوں کی بدولت صوفی ازم کے نام پر پائی جانے والی خرافات کا خاتمہ ہوا اور خام صوفیاء اور ان کی خام فکر بے نقاب ہوئی۔

خلاصہ بحث

تصوف دراصل خالق اور مخلوق کے درمیان تعلق کو مستحکم کرنے کا نام ہے۔ صوفیائے کرامؒ نے اپنی عملی زندگی کے ذریعے لوگوں میں دین اسلام کی محبت کا چراغ روشن کیا۔ بدقسمتی سے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تصوف میں کچھ غیر اسلامی نظریات وعقائد کی آمیزش ہوگئی، جس کی وجہ سے تصوف ہدف تنقید بن گیا۔ ہر دور میں صوفیائے کرامؒ اور علمائے ربانیینؒ نے تصوف کی اصلاح کرکے تصوف اور صوفی ازم کے شرف کو مخدوش ہونے سے بچایا۔ ان علمائے کرامؒ میں دو بڑے نام شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہؒ اور حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے بدعتی مشائخ کی نشاندہی فرمائی اور ان کی بیعت وارادت میں آنے سے منع کیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ بڑی متوازن فکر ونظر اور معتدل سوچ کے بزرگ تھے، آپؒ اگرچہ جاہل صوفیوں کے خلاف تھے، جنہیں جہال اور کرامت فروش کے القاب سے ملقب کرتے ہیں اور انہیں زوال امت کے اسباب میں شمار کرتے ہیں۔ اس کے باوجود آپ کے فکر ونظر میں کمال اعتدال وتوازن تھا اور آپؒ کا قدم جادہ اعتدال سے کبھی نہیں ہٹا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا اصلاح تصوف میں مرکزی کردار ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ کی اصلاح تصوف کے لیے خدمات قابل تحسین ہیں۔ آپؒ نے اپنے مکتوبات کے ذریعے جاہل اور خام صوفیاء کا تعاقب کیا اور ان کے نظریات وافکار کو بے نقاب کیا۔ آپ نے شیخ کامل کی اتباع اور شیخ ناقص سے اجتناب کا درس دیا۔ آپؒ نے شریعت وطریقت کو اپنانے کا سبق دیا اور انہیں لازم وملزوم قرار دیا۔ آپؒ نے قرآن کریم اور سنت رسول کو معیار قرار دیا اور اسی کی اتباع کرنے کی تلقین کی اور اہل باطن کے کشف کو دلیل کا درجہ نہیں دیا۔ آپ کے عہد میں پیران عظام کو ان کا مرید سجدہ تعظیمی کیا کرتے تو آپ نے شدید الفاظ میں اس کی مذمت کی اور اس کے نقصانات سے بھی آگاہ کیا۔ آپؒ نے حصول معرفت کے بعد احکام شرعیہ، ساقط ہو جانے کے دعوی کی بھی سختی سے تردید فرمائی۔

حوالہ جات وحواشی

1. سید متین ہاشمی، مقدسہ سطعات، طوبیٰ ریسرچ لائبریری، ص:۲۴، بحوالہ وصیت نامہ
2. (شاہ ولی اللہ، التفہیمات الالٰہیہ، مدینہ برقی پریس، بجنور، یوپی، ۱۳۵۵ھ) ج:۲، ص:۱۳۵
3. (الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر، (ماہنامہ الفرقان، بریلی، جلد:۷(۱۳۵۹ھ)) ص:۱۵۰
4. تفہیمات الٰہیہ، بحوالہ اسلام اور عصر جدید، خصوصی شمارہ شاہ ولی اللہ افکار آثار، ص:۱۶۳
5. سرہندی، شیخ احمد، مکتوبات، دفتر دوم،، مکتوب نمبر:۴۶
6. مکتوبات، حصہ دوم، دفتر اول، مکتوب نمبر ۵۷
7. مکتوبات، حصہ دوم، دفتر اول، مکتوب نمبر ۸۵
8. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر:۱۷۰
9. مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر:۹۶
10. مکتوبات، دفتر اول،، مکتوب نمبر:۲۶۶
11. سید زوار حسین شاہ، تذکرہ مجدد الف ثانی، (ادارہ مجددیہ، کراچی) ص:۴۳۰
12. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر:۲۸۹
13. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۲۱
14. سید محمد مبارک علوی، سیر الاولیاء، باب نہم در سماع ووجد ورقص (مؤسسۃ انتشارات اسلامی لاہور)، ص:۵۰۲،۵۰۱
15. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر:۳۸۵
16. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر:۲۶۶
17. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر:۲۶
18. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر:۱۳
19. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر:۲۹
20. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۷۶
21. مکتوبات، دفتر دوم، مکتوب نمبر ۵۵
22. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۳۰
23. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۶۶

24. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۶۱
25. تین ارکان سے مراد شکر کے تین درجات ہیں۔ ادائے شکر کا پہلا درجہ یہ ہے کہ بندہ اپنے عقائد فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی آراء کے مطابق صحیح اور درست رکھے۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس بلند مرتبہ گروہ کے مجتہدین کی آراء کے مطابق احکام شرعیہ بجالاتا رہے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ بلند درجہ گروہ صوفیہ کے سلوک کے موافق اپنے نفس کا تصفیہ اور تزکیہ کرے۔ مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۷
26. مکتوبات، حصہ دوم، دفتر اول، مکتوب نمبر ۱۷
27. مکتوبات، دفتر اول، مکتوب نمبر: ۴۱